

(۳۹)

کائنات خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قواعد کے ماتحت چل رہی ہے

(فرمودہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:-

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۱

اس کے بعد فرمایا:-

اس دنیا کے کارخانے پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام کاموں کیلئے خواہ وہ کام دین کے ہوں خواہ دنیا کے خواہ وہ کام جسم کے متعلق ہوں خواہ وہ روح کے، دوستوں کے متعلق ہوں یا رشتہ داروں کے، اپنے عزیزوں کے متعلق ہوں یا اپنے نفس کے، حکام کے متعلق ہوں یا رعایا کے، بڑوں کے متعلق ہوں یا چھوٹوں کے، دوستوں کے متعلق ہوں یا دشمنوں کے، عالموں کے متعلق ہوں یا جاہلوں کے ان کیلئے خدا تعالیٰ نے ضرور کچھ قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں جن کی خلاف ورزی کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ تمام کائنات اور اس دنیا کے کارخانے کا کام ان قواعد کے ماتحت چل رہا ہے۔ ان کو سمجھنے اور ذہن نشین کر لینے کے بعد انسان بہت سی مشکلات اور مصائب سے بچ سکتا ہے۔ یہ قواعد ایسے وسیع ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی ان سے باہر نہیں نکل سکتی اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ان کی حکومت سے باہر نہیں رہ سکتا ہے۔ ہمارے بنائے ہوئے قواعد کمزور اور غلط ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان کا علم بھی کمزور اور ناقص ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بہت دفعہ انسان کے بنائے ہوئے

قواعد نیچے رہ جاتے ہیں اور کئی بڑی بڑی ہستیاں ان کو روند کر اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ یا وہ بہت اوپر رہ جاتے ہیں، اس لئے کئی چھوٹی چھوٹی ہستیاں نیچے سے گزر جاتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ واسع اور محیط گل ہے اور اس کا علم ایک ایک ذرے کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، اس لئے اس کے مقرر کردہ قواعد سے کوئی چیز باہر نہیں جاسکتی۔

ان قواعد میں سے جو اس دنیا کے لئے بنائے گئے ہیں ایک قاعدہ ڈھیل کا ہے اور یہ میں نے اس کا نام اپنی زبان میں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کیلئے ڈھیل کا کچھ میدان مقرر کیا ہوا ہے حکیم اور علیم ہستی کے قواعد کبھی بلا حکمت نہیں ہوتے۔ ایک انسان تو کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہو جائے ورنہ یوں ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ اس نے سب کاموں کے قاعدوں میں مہلت اور ڈھیل کا میدان رکھا ہوا ہے اس کے اندر مختلف تغیرات میں سے انسان گزرتا ہے کبھی اس کی حالت کچھ ہوتی ہے اور کبھی کچھ۔ کئی انسان زنا کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کو سزا نہیں ملتی۔ اسی طرح کئی انسان نیکیاں کرتے ہیں لیکن ہر ایک نبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بہت دفعہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی نماز میں روتے روتے گھنٹوں سجدے میں گزار دیتا ہے۔ اور اتنی لمبی نماز پڑھتا ہے کہ تمام رات میں دو رکعت ہی ختم کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اس کی اس نماز کی خوبصورتی اور عبادت کی عمدگی کو دیکھ کر یہ کہہ دیں کہ انبیاء کی عبادت سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک شخص کفر کے کلمے بکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا ہے اس کی ذات کی طرف گند منسوب کرتا ہے لیکن پھر اسی وقت تباہ نہیں ہو جاتا۔ پہلے کی طرح ہی کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، اٹھتا بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے۔ پھر ایک آدمی کو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی سخت چیز نکل لیتا ہے جس کو اس کا معدہ ہضم نہیں کر سکتا۔ لیکن اسی دن اس کو قولح نہیں ہو جاتا۔ بعض بچے شیشے کے ٹکڑے کھا جاتے ہیں اور نہیں مرتے۔ پھر اگر کوئی ایک قطرہ آرسنک (سنکھیا) کا پی جائے تو مرتا نہیں یا ایک لقمہ گھی کا کھالے تو موٹا نہیں ہو جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ڈھیل کا میدان رکھا ہوا ہے۔ ایسا انسان ابھی اسکے اندر ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل کے جنگوں میں تم دیکھ رہے ہو کہ ایک دن لکھا ہوتا ہے کہ جرمن فلاں جگہ سے آگے بڑھے اور دوسرے دن خبر ہوتی ہے کہ پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ ان باتوں کو لڑائی کا فیصلہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ابھی اس میں ڈھیل ہے اس لئے یہ لڑائیاں میدان جنگ کی کارروائی کا نتیجہ نہیں پیدا کر سکتیں۔ اسی طرح انسان کو اس کے اعمال

کبھی کسی طرف دھکیل کر لے جاتے ہیں اور کبھی کسی طرف۔ لیکن جو انسان نفیس مُطَهَّرٌ عِنْدَہ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو دوسری طرف آخری نقطہ پر چلا جاتا ہے۔ وہ پھر ایسا گمراہ ہو جاتا ہے کہ کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت اور وعظ کرنے والے کا وعظ اس کیلئے مؤثر نہیں ہو سکتا۔ اس جنگ میں کامیاب ہونے والے انسان کی مثال اسی طرح ہوتی ہے کہ جس طرح ایک فاتح دشمن کے قلعے پر کھڑا ہو کر ٹھنڈی ہوا کھا رہا ہو اور درگرد کے منظر اور سبزی سے لطف اٹھا رہا ہو۔ اسے دیکھ کر اور پھر ایک ایسے سپاہی کو دیکھ کر جو لڑائی میں بڑی جانبازی اور کوشش سے تلوار چلا رہا ہو ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ قلعہ پر چڑھ کر سیر کرنے والا بے کار ہے اور کوئی محنت نہیں کرتا۔ لیکن اسے کیا معلوم ہے کہ اس نے مدتوں تلوار پھینچی اور محنت کی ہے اور اسی وجہ سے آج قلعہ تک پہنچا ہے۔ اس کا لڑائی میں تلوار چلانا اس کی فتح نہ تھی کیونکہ کبھی یہ ایک قدم آگے بڑھ آتا تھا اور کبھی اس کو پیچھے ہٹنا پڑتا تھا لیکن جب اس نے دشمن کو کامل شکست دی، تب جا کر قلعہ پر قبضہ کرنے کے قابل ہوا۔ تو ایک میدان خدا تعالیٰ نے بھی رکھ دیا ہوا ہے۔ بہت کم عقل ہوتے ہیں وہ لوگ جو اس میدان میں ترقی کا ایک قدم چل کر کہتے ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ ایسے لوگوں کو شیطان گھسیٹ کر ایک قدم پیچھے پھینک دیتا ہے اس کے خلاف ایک ایسی قوم بھی ہوتی ہے جو اگر اصل راہ سے ایک قدم پیچھے ہٹ جائے تو سمجھتی ہے کہ اب ہمارے سنبھلنے کا کوئی طریق نہیں۔ ایسوں کو بھی شیطان اُبھرنے نہیں دیتا۔

کامیابی وہی انسان حاصل کر سکتا ہے جو آگے بڑھے تو خوش نہیں ہوتا اور اگر پیچھے ہٹے تو مایوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جہاں میں نے پہنچنا ہے وہ اور ہی جگہ ہے۔ ایک طبیب مریض کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ اس کی حالت اچھی ہے، نبض چلتی ہے، طاقت قائم ہے۔ مگر اس کے ماں باپ وغیرہ رو بیٹھتے ہیں۔ پھر کبھی ایک طاقتور انسان ہوتا ہے اور لوگ اسے موٹا تازہ سمجھتے ہیں لیکن طبیب کہہ دیتا ہے کہ اس کے دل کو ایسا صدمہ پہنچا ہوا ہے ممکن ہے کہ ذرا سی زور کی آواز سے اس کی جان نکل جائے۔ تو انسان کے لئے اپنی حالت کی نسبت بظاہر فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب وہ کسی حد کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی حالت کا اندازہ کرنے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔ اگر ایک آدمی کچھ عرصہ بے کار رہے تو اس کے اعضاء کسی قدر کام کرنے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ مطلقاً ان سے کوئی کام نہ

لے تو وہ بالکل نکتے ہو جاتے ہیں۔ یہی حال روحانیت کا ہے۔ روحانیت میں وہ درمیان کا راستہ جس کا خدا تعالیٰ نے ڈھیل نام رکھا ہے اس میں انسان کی کامیابی اور شکست حقیقی نہیں ہوتی۔ اس سے اکثر لوگوں کو دھوکا لگتا ہے وہ چند روز اچھی طرح نمازیں پڑھ کر یا ایک مہینہ روزے رکھ کر خیال کرتے ہیں کہ ہم پاک اور معصوم بن گئے ہیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ان کی بغلوں میں باہیں دیئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور ان کو ایک ہی دھکا دے کر تَحْتِ الثَّرَیِّ میں گرا دیتا ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر نیکی کرتا ہے تو نور آ جاتا ہے۔ آخر کار ان دونوں میں سے کوئی غالب آ جاتا ہے ۲۔ ہاں انسان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ وہ شیطان کی زد سے محفوظ ہو جاتا ہے یا اس کے برخلاف اس کی حالت ایسی گرجاتی ہے کہ پھر سنبھلنے کے قابل نہیں رہتا۔ کئی لوگ اپنے خیال میں دوسروں پر اس رنگ میں رحم کرتے ہیں کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ اور بعض اس کی ضد میں یہ کہتے ہیں کہ نبی بھی تو انسان ہی ہوتا ہے وہ بھی زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں گروہ غلط اور بہودہ خیالات رکھتے ہیں۔ ایک رسول بے شک انسان ہی ہوتا ہے لیکن وہ اس حد سے گزر چکا ہوتا ہے جہاں تک کہ کسی گناہ کے کرنے کا امکان ہوتا ہے۔ اسی طرح ابو جہل اور فرعون بھی بندے ہی تھے لیکن وہ گمراہی کی اس حد تک پہنچ چکے تھے جہاں سے واپس لوٹنا ناممکن تھا۔ اور ان کیلئے ہلاکت ہی ہلاکت تھی۔

یہی مثال اس زمانہ میں دیکھ لو کہ لیکھرام کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام تھا کہ ہلاک ہو جائے گا اس کیلئے کوئی شرط وغیرہ نہیں تھی کیونکہ یہ اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس کے اندر نور کا پیدا ہونا ناممکن تھا۔ اور جس طرح ایک ہاتھ خشک ہو جانے یا آنکھ کا نور ضائع ہو جانے کے بعد پھر طاقت اور نور پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اس کا دل ایسا تاریک ہو گیا تھا کہ اس میں نور پیدا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ بلا شک ہلاک کیا جائے گا۔ یہ کوئی اس پر ظلم نہیں تھا بلکہ اس کے اعمال کا عین نتیجہ تھا لیکن آہتم اس کی طرح نہیں تھا ۳۔ وہ ہلاکت کی حد سے کچھ ورے تھا اور اسے ابھی کچھ ڈھیل کا میدان اور عبور کرنا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کیلئے شرط لگا دی کہ اگر یہ توبہ کر لے گا تو ہلاک نہیں ہوگا ورنہ تباہ ہو جاوے گا۔ اس نے پہلے تو کہہ دیا کہ میں نے محمد (رسول اللہ ﷺ) کو دجال نہیں کہا۔ لیکن جب اسے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیکی

دیکھ کر ڈر جانے کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لیا تو اس نے خیال کیا کہ میرے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ جھوٹی ہی تھی اس نے اپنے ڈر جانے والی حق بات کو چھپا لیا اور اسے ظاہر نہ کیا اس لئے پھر تباہ ہو گیا۔ تو خدا تعالیٰ نے ہم کو ہر طرح کے نظارے دکھا دیئے کہ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن بعض میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں ہوتی۔

بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو گناہ کر کے اس پر فخر کرتے ہیں وہ شرارت سے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور بعض ایک گناہ مجبوری سے کرتے ہیں مثلاً ان پر حرص غالب آ جاتی ہے، طمع اندھا کر دیتا ہے، جوش محبت، دشمنی وغیرہ جذبات مجبور کر دیتے ہیں مگر ایک گناہ ایسا ہوتا ہے جو کہ انتہائی درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ فوری جوش سے نہیں ہوتا بلکہ ناپاک طبیعت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسے انسان بے حیا ہو جاتے ہیں اور گرتے گرتے ایسے گرجاتے ہیں کہ پھر کبھی اٹھ نہیں سکتے اور ان کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ کیا ایسے آدمیوں سے تم ایمان لانے کی طمع رکھتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی نسبت ایمان لانے کی طمع رکھنی ٹھیک ہے کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ کیوں طمع رکھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک خاص گروہ کا ذکر فرمایا ہے کہ کیا تم ان کے ایمان کی طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان کر نیکی کریں گے۔ نہیں وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ ایک کمزور ایمان انسان ممکن ہے کبھی اپنی کمزوری سے مجبور ہو کر انسان کے کلام میں تحریف کر دے مگر ایک انسان جو ایک کلام کو خدا تعالیٰ کا کلام ماننا ہو اور اسے اس بات کا یقین بھی ہو اور پھر اس میں تحریف کرے تو وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ نے **يَسْمَعُونَ الْقُرْآنَ** نہیں فرمایا بلکہ کلام اللہ فرمایا۔ اس لئے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن شریف کو کلام اللہ سمجھتے ہیں ورنہ ایسے لوگ تو بہت ہیں جو قرآن شریف کو کلام اللہ نہیں سمجھتے۔

پھر ایسے لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس میں تحریف کر دیتے ہیں۔ تحریف تو غلطی سے بھی ہو جاتی ہے مثلاً کسی نے غلط تفسیر کر دی۔ لیکن یہ ایسا نہیں کرتے بلکہ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس کلام کا یہ مطلب نہیں۔ مگر پھر وہ کہتے ہیں کہ یہی ہے۔ پھر بعض دفعہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ مطلب ہے مگر اس سے بے جانے بوجھے تحریف ہو جاتی ہے مثلاً جلدی سے کوئی کلمہ نکل جاتا ہے حالانکہ انسان کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جس طرح حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے خدا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں ۴۔ وہ اصل بات جانتا تھا مگر اس

کے منہ سے یہ نکل گیا اور اس نے جان کر ایسا نہ کہا تھا۔ بہت سے موقعے ایسے ہوتے ہیں کہ انسان سمجھتا کچھ ہے اور کہہ کچھ جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب انسان میں یہ تین باتیں ہوں کہ ایک تو وہ خدا کا کلام سمجھتا ہو۔ دوسرے اس کے معنی اور مطلب بھی سمجھتا ہو۔ تیسرے تحریف بھی جان بوجھ کر کرتا ہو۔ پھر ایسے انسان سے ایمان کی کیا امید رکھ سکتے ہو۔ وہ تو گناہ کے اس درجہ کو پہنچ چکا ہے کہ اب اس سے واپس آنا اس کیلئے ناممکن ہے۔ یہ شرائط اس لئے لگائی ہیں کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی تمام قرآن سے واقف نہ ہو۔ اس لئے ایک آیت کی تفسیر میں ٹھوکر کھا جائے۔ سارے قرآن کا جاننے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ پہلے مفسرین اور علماء کی آج ہمیں غلطیاں معلوم ہو رہی ہیں اور ممکن ہے کہ ہماری غلطیاں آئندہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہوں۔ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے بندے کا کیا مقدور ہے کہ اس سارے کا احاطہ کر سکے۔ مگر اس قسم کے لوگ اس حد تک خوب سمجھتے ہیں جہاں تک کہ انہیں بیان کرنا ہوتا ہے۔ لیکن پھر جان بوجھ کر شرارت کرتے ہیں۔

ہمارے سلسلہ کے بھی بعض ایسے دشمن ہیں جو باوجود اصل معنی جاننے کے اور اور معنی کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مخالف حضرت صاحب کی تحریروں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایسے لوگ کبھی مباہلہ کے میدان میں نہیں آتے۔ خواہ انہیں کتنی ہی غیرت اور جوش دلایا جاوے۔ حضرت صاحب کی عبارات کو خوب سمجھتے ہیں کچھ اگلا اور کچھ پچھلا حصہ کاٹ کر شائع کر دیتے ہیں۔ غرضیکہ بعض لوگ گناہ کی حد کو پہنچ جاتے ہیں جس کا نتیجہ انہیں بہت برا حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آدمی ہمارے کلام کو ہمارا کلام سمجھتا ہو پھر اس کے معنی بھی جانتا ہو۔ پھر جان بوجھ کر لوگوں کو ایسے معنی بتائے جو اصل میں نہ ہوں تو ایسے آدمی کی نسبت ایمان لانے کا طمع رکھنا کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ ایسا انسان ڈھیل کی حد کو طے کر چکا ہوتا ہے اس کیلئے ہدایت کی امید رکھنا فضول ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ ایسے اشخاص کو بھی کچھ نہ کہو کیونکہ وہ شاید مان جائیں یا ایک شخص کہے کہ نبی کا انجام دیکھنا چاہیے کیا ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی پاگل ہے وہ شخص جو گمراہی کی آخری حد کو پہنچ چکا ہو وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور جو نبی ہو اس کا انجام کبھی برا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم کارخانہ قدرت پر غور نہیں کرتے۔ ہر ایک چیز کیلئے دو نقطے

ہوتے ہیں جیسے بعض اوقات صحت بیماری پر غالب آجاتی ہے اس لئے اس کو دبا لیتی ہے۔ یا بعض دفعہ بیماری صحت پر غالب آجاتی ہے۔ ایک بیماری درمیانی حالت میں کبھی صحت غالب آجاتی ہے اور کبھی بیماری لیکن انتہاء میں جو غالب ہو وہی نتیجہ سمجھا جاتا ہے اور سب کاموں میں اسی طرح ہوتا ہے۔ بعض انسان اپنے دماغ کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر انہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرانا خادم پیرا ہوتا تھا۔ اس کو باوجود کئی دفعہ سمجھانے کے بھی مذہب کی اتنی سمجھ نہ آئی کہ ہوتا کیا ہے۔ لیکن ایسے آدمیوں کے مقابلہ میں وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے جان و مال کی عزت و آبرو، خویش و اقارب تک کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اپنے تک شیطان کا ہاتھ نہیں آنے دیتے۔ ان سے شیطان ناامید ہو جاتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کا شیطان بھی مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ درمیانی حد کو عبور کر چکے ہوتے ہیں۔

انسان کے اندر کبھی ملائکہ نیکی کی تحریکیں کرتے ہیں اور کبھی شیطان بدی کی ترغیب دیتا ہے ان کی آپس میں خوب جنگ ہوتی ہے۔ پھر اگر خود انسان ملائکہ سے مل جائے تو یہ دونوں مل کر شیطان کو پھچھاڑ دیتے ہیں اور اگر شیطان سے مل جائے تو دونوں ملائکہ پر غالب آجاتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ خود شیطان کے ساتھ مل کر اپنے آپ کو تباہ کر رہا ہے تو ہمیں بچانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس اندر کی جنگ کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی جنگ نہیں آسکتی۔ جرمنی اور فرانس میں جنگ ہو رہی ہے یہ ایک دوسرے کو مارتے مارتے آخر کار صلح کر لیں گے۔ لیکن جو انسان کے اندر جنگ ہوتی ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ یا تو انسان کو خدا کے پاس جا بٹھاتی ہے۔ یا ابدالآباد تک جہنم میں ڈال دیتی ہے۔ اس لڑائی کے مقابلہ میں دنیا کی فوجیں چیز ہی کیا ہیں۔ انسان کو خدا کا قرب حاصل کرنے کیلئے ہزاروں خواہشوں کا ہر روز خون کرنا پڑتا ہے اس کی تلوار کبھی میان میں نہیں ہوتی کیونکہ جب تک وہ قتل عام جاری نہ رکھے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں بعض ایسے انسان جو کہ نیکیوں کا خون کرتے ہیں اور اپنے نیک ارادوں اور خواہشوں کو بڑی باتوں پر قربان کر دیتے ہیں۔ تو انسان کے اندر ایک بڑی بھاری جنگ شروع ہے اس لئے اس سے کسی وقت غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور تھوڑی سی کامیابی حاصل کر کے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ نفس امارہ ایسا پا مال نہ ہو جائے کہ

اسے پھراٹھنے کی طاقت ہی نہ رہے۔ اگر دل میں کبھی بدی کی تحریک ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی دشمن طاقتور ہے اس کے قلع قمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر جب شیطان بالکل ناامید ہو جائے تو وہ وقت مومن کیلئے خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کافر کی تباہی کا وقت قریب آجاتا ہے تو مومنوں کو اس کی نسبت حکم ہو جاتا ہے کہ اب اس کو چھوڑ دو۔

اگر کوئی شخص مُردہ کو اس لئے دوائی پلائے کہ شاید زندہ ہو جائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت یعقوبؑ کا قول بیان فرمایا ہے۔ **وَلَا تَأْيِسُوا مِنَ رُّوحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِئِسُّ مِنْ رُّوحِ اللَّهِ إِلَّا الْكٰفِرُونَ**۔ تو وہ پاگل ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے قانون سے ناواقف ہے کیونکہ مردہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جہاں خدا نے کہہ دیا ہے کہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور ایک گڑھے میں اس کو دبا دو۔ اگر ناامید نہ ہونا خدا تعالیٰ کا حکم ہے تو علیحدہ ہو جانا بھی تو اسی کا حکم ہے۔ اسی طرح جب کافر اپنے کفر میں بڑھ رہا ہو لیکن ابھی وہ ڈھیل کے میدان کے اندر ہو تو ہمیں حکم ہے کہ اس سے ناامید نہ ہو جاؤ اور اس کے ایمان لانے کی طمع رکھو اور اس کیلئے کوشش کرو لیکن اگر وہ اس حالت کو پہنچ جائے جہاں خدا تعالیٰ کا یہ فتویٰ ہے کہ اب ہدایت نہیں پاسکتا۔ تو ہم کو اس پر وقت ضائع کرنے کی بجائے اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جو کہ قبول کرنے والا ہو۔

ہر ایک مومن کو دیکھنا چاہیے کہ شیطان میرے کاموں میں تو شریک نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو وہ سمجھے کہ میں ابھی اس حد تک نہیں پہنچا جہاں کہ شیطان سے بالکل محفوظ رہ سکتا ہوں۔ ایسا مومن ابھی میدان جنگ میں ہے اس کو یقین کرنا چاہیے کہ دشمن ابھی بھاگا نہیں۔ وہ مومن جو اپنے نفس کے بدلے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے یہاں تک کہ دشمن اس سے بالکل طمع چھوڑ دے۔ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس کوئی شخص اس لئے آیا ہو کہ آپ کو سمجھائے۔ لیکن کئی احمدی ایسے ہیں کہ جن کے پیچھے لوگ لگے رہتے ہیں اور اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں۔ تو جو مومن یہ دیکھے کہ دشمن مجھ سے طمع رکھتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کامیابی کے انتہائی نقطہ پر نہیں پہنچا۔ اپنی حالت کے پرکھنے کا یہ ایک بہت عمدہ معیار ہے۔

شیطان کا مومنوں کی طرف سے ناامید ہونا یہ ہے کہ وہ ان کو کسی برے کام کی طرف ترغیب دینا چھوڑ دے لیکن اس کا مسلمان ہونا یہ ہے کہ مومن اس درجہ کو پہنچ جاوے کہ

وہی لوگ جو اس کی تکالیف کا موجب ہوتے تھے، اس کے پاس آ کر کہیں کہ ہمیں سمجھاؤ اور سیدھی راہ بتاؤ۔ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہلے لوگ اس لئے آتے کہ سمجھائیں لیکن پھر وہی مقابلہ پر آنے والوں میں سے ہی اس لئے آئے کہ ہمیں سمجھاؤ اور اپنے ساتھ ملا لو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس درجہ اور اس مقام کو پہنچ جائیں۔ جہاں شیطان اور اس کے دوستوں کی تمام امیدیں منقطع ہو جائیں اور وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہیں۔

(الفضل ۲۴۔ ستمبر ۱۹۱۴ء)

۱۔ البقرة: ۶۶

۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۸۶ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۱۳۱۳ھ
 ۳۔ عیسائی پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم اسٹرا اسٹنٹ کمشنر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ
 ۲۲۔ مئی ۱۸۹۳ء سے لے کر ۵۔ جون ۱۸۹۳ء تک بمقام امرتسر ہونے والے مباحثہ میں
 عیسائیوں کی طرف سے پیش ہوا۔

۴۔ بخاری کتاب الدعوات باب التوبة

۵۔ یوسف: ۸۸